اسلامی سیاسی فقہ کا ارتقاء

تحریر: ڈاکٹر لبسطامی محمد خیر
ترجمہ: پروفیسر مسعود الرحمان خان ندوی

عربی زبان میں یہ مقالہ ماہنامہ "السنۃ" برمنگھم، انگلینڈ کے شمارہ نمبر ۹۵، ۹۷، ۹۸، مئی، جولائی، اگست ۲۰۰۰ء میں قسط وار شائع ہوا ہے۔ اس میں علم سیاست کے ارتقاء میں مسلمانوں کے حصہ اور اس سے متعلق قدیم کتبِ سیاسیات کا عمدہ تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ قیمتی مواد اس قابل ہے کہ اردو خواں قارئین بھی اس سے مستفید ہوں۔ (مترجم)

عام خیال ہے کہ سیاسی علوم میں مسلمانوں کا حصہ برائے نام ہے، ان کے ہاں سیاسی فقہ کا دیگر شعبہائے فقہ کی طرح ارتقاء نہیں ہوا، اس لیے وہ ان کی طرح جامع و شامل نہ ہو سکی۔ اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی محدود مسائل سے آگے نہ بڑھ سکیں، اس لیے وہ عصر حاضر کی حکومت اور اس کے متعدد و متنوع شعبوں کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ علی عبدالرزاق نے بھی یہی خیال دہرایا ہے:

> "مسلمانوں کی علمی تاریخ سے یہ بات عیاں ہے کہ دیگر علوم کے مقابلہ میں ان کے ہاں سیاسی علوم کا حصہ قلیل ترین اور ان کا وجود کمزور ترین ہے، اس لیے سیاسیات کے موضوع پر کوئی کتاب ملتی ہے نہ ترجمہ اور نہ نظام حکم و اصولِ سیاست پر کوئی وقیع بحث اور جو کچھ قلیل و نادر مواد موجود ہے اس کا دیگر فنون کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں ہے۔
> (الاسلام و اصول الحکم ص۶۰)

اس رائے کے قبولِ عام کی وجہ یہ ہے کہ سیاسی فقہ پر مسلم علماء کی کتابوں میں ناقدین کی نظر علامہ ماوردی اور امام ابن تیمیہؒ کی تحریروں سے آگے نہیں جاتی، نیز عصر حاضر میں

سیاسی علوم سے بڑھتی ہوئی دلچسپی، اور جامعات و معاہد میں ان کی شاخ در شاخ اختصاصی تعلیم وغیرہ دیکھ کر ان حضرات کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں تو اپنی بے مائیگی کے احساس سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ بہرحال زیر تحریر مقالہ میں ہم اسلامی فقہ میں علم سیاست کے مباحث کے جائزے اور ان کی قدر و قیمت کی روشنی میں مذکورہ خیال کو پرکھیں گے۔

علم سیاست کے موضوعات

علم سیاست سے عموماً فن حکومت سمجھا جاتا ہے یعنی حکومت اور اس کے نظام، اشکال، ادارے اور شعبے اور سیاسی اعمال۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ علم سیاست کے اہم موضوعات میں حکومت، اس کے عناصر و فرائض واقسام، تشریعی و تنفیذی و عدالتی اختیارات، رائے عامہ اور اس کے تشکیلی عناصر، جماعتیں اور ادارے، عالمی تعلقات اور ان کو منظم کرنے والے قوانین سب چیزیں شامل ہیں۔ (دیکھئے بطرس غالی اور محمد خیری المدخل الی علم السیاسۃ ص۳۔۷ اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مشکلات بحث

۱۔ اختلافِ اصطلاحات: ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ کی سیاسی اصطلاحات فقہی کتابوں میں نہیں پائی جاتیں جیسے دولۃ، حکومت، دستور، سیادۃ، اختیارات کی عصری تقسیم اور حقوق انسانی وغیرہ کے موجودہ تصورات پہلے متداول نہیں تھے، اسی طرح علمائے اسلام کی اصطلاحات خلافۃ، ولایۃ، امارۃ الاستکفاء، امارۃ الاستیلاء، وزارۃ تفویض، بیعۃ، خراج، فئی، حدود، تعزیر، حسبۃ وغیرہ موجودہ ذہن کے لیے اجنبی ہیں۔

۲۔ سیاسی موضوعات: آج کے سیاسی موضوعات اسلامی کتابوں میں ایک جگہ مرتب نہیں ملتے، بلکہ وہ عقیدہ، تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ و ادب کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ علم سیاست پر مستقل کتابوں میں بھی یہ موضوعات اس طرح باب در باب اور فصل در فصل نہیں پائے جاتے جس طرح آج کا قاری ان کو پڑھنے کا عادی ہے۔

۳۔ غیر متعلق موضوعات: سیاسیات پر ان قدیم کتابوں میں ایسے

موضوعات بھی ملتے ہیں جن کا آج کے علمِ سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسے اداری و مالی و عدالتی نظم و نسق اور مدنی و جنائی قوانین وغیرہ قدیم سیاسی کتابوں میں اس طرح خلط ملط ہوگئے ہیں کہ متعلقہ مواد کی تلاش پریشان کن ہوتی ہے۔

۴۔ **غیر متعلق اصطلاحات و اصول:** قرآن و سنت و فقہ میں مذکور بہت سے اصول و اصطلاحات کو آج کل علمِ سیاست سے گویا خارج سمجھا جاتا ہے، جبکہ ان سے بہت اہم سیاسی اصول مستنبط ہوتے ہیں، جیسے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے بارے میں کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس کا سیاست سے کوئی تعلق ہے، حالانکہ وہ مسلمانوں کا صرف عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک اہم ترین دستوری اصول اور سیاسی شعار (motto) ہے۔

سیاست کا اسلامی تصور

مغربی فکرِ جدید سیاست و دین اور سیاست و اخلاق کے درمیان مکمل علیحدگی کی قائل ہے، جبکہ اسلام سیاست کو دین کا ایک ناقابلِ تفریق جزء مانتا ہے اور اخلاق و سیاست کے درمیان مستحکم ربط قائم کرتا ہے، اسی لیے اس نے سیاست کو تین زاویوں سے دیکھا ہے: (۱) عقیدہ (۲) فقہ (۳) اخلاق، اور اس کے نتیجہ میں اسلامی سیاسی مباحث عقائد[۱]، فقہی[۲] اور اخلاقی[۳] کتابوں میں ملتے ہیں، جبکہ تاریخی[۴] کتب نے عملی سیاست کا کچا چٹھا جمع کر دیا ہے، یہی چار قسم کی کتابیں ہیں جن میں اسلامی سیاسی مباحث کا مواد تلاش کرنا چاہیے۔

جو بھی معاشرہ، کائنات ، اس کے مظاہر اور ان میں انسان کے مقام و مرتبہ سے متعلق متعین نظریات کا حامل ہوگا، اس کے ان نظریات کا اس کی سیاست و حکومت پر اثر ناگزیر ہے، اس میں کوئی استثنا نہیں، اس لیے مغربی سیاسی فکر کا اس کے فلسفۂ زندگی سے جیسا گہرا تعلق ہے، اسی طرح اسلامی سیاست کا اس کے عقائد اور بنیادی اصولوں سے مستحکم ربط ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ کی پہلی صدی کے نصف میں ظاہر ہونے والے فرقوں میں حضرت علیؓ کی امامت کا مسئلہ سیاسی نزاع و جدال کا ایک بنیادی محور تھا، اور اسی ربط کے ذریعہ علمائے عقیدہ و فلسفہ و کلام کی اپنی

کتابوں میں سیاست کی طرف توجہ واہتمام کی تفسیر و توجیہ ہے۔

سیاست و فقہ میں بھی وہی تعلق ہے جو آج سیاست و قانون کے درمیان پایا جاتا ہے، چنانچہ دستور جو معاصر حکومت کا قانونِ اعلیٰ ہے وہ خود سیاسی فکر اور اصولوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مسلم فقہاء نے بھی سیاست کی طرف توجہ کی اور حکومت کے قیام کے اہم اصول و قواعد مرتب کیے، حکام کے فرائض منصبی اور ان کی اہلیت کے شرائط مقرر کئے اور اسلامی حکومت کے ارتقاء کے ساتھ پیش آمدہ مختلف مسائل و مشکلات کے حل تجویز کیے۔

اخلاقی کتابوں نے خلفاء، ملوک و سلاطینِ اسلام اور ان کے ماتحت حکّام کے لیے مواعظ و نصائح کی شکل میں آداب و اقدارِ عالیہ مقرر کیے جن کی وجہ سے اسلامی سیاست و حکومت کم از کم نظری طور پر صدق و عدل و امانت کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔

تاریخی کتب نے اسلامی حکومت کی ابتدا سے اس کے سیاسی وثائق جیسے تقریریں، خطوط اور معاہدات کو محفوظ کیا، حکّام اور ان کے مخالفین کی سیاسی سرگرمیوں کی تفصیلات جمع کیں اور بیرونی ممالک کے ساتھ حالاتِ امن و جنگ کو باریک بینی سے مرتّب کیا۔ ان کتابوں میں تاریخی واقعات کے ضمن میں سیاسی اصول و انتظامی احکام بھی ملتے ہیں جن کی وجہ سے ان کتابوں کی سیاسی ابحاث کے ماٰخذ کے طور پر بڑی اہمیت ہے۔

اسلامی علمِ سیاست کے ارتقاء کے ادوار

علمِ سیاست کے ارتقاء کا سیاسی تاریخ سے گہرا ربط ہے، اس لیے تاریخی زمانوں کے مطابق سیاسیات کے ارتقاء کی تقسیم بھی درج ذیل اسلامی عصور میں کی جا سکتی ہے: عصرِ نبوی، عصرِ خلافت راشدہ، عصرِ اموی، عصرِ عباسی اور متاخر زمانوں میں عصرِ عثمانی وغیرہ۔ عہدِ نبوی و خلافتِ راشدہ تأسیس و بنیاد کے دور، عہدِ اموی و عباسی تدوینِ علوم و اجتہاد کے دور، متاخر عصور نقل و تقلید کے دور اور عصرِ جدید علوم کے احیاء و نشأۃ ثانیہ کا دور ہے۔ زمانوں کی اس ترتیب کے ساتھ مطالعہ کا فائدہ یہ ہے کہ ہر زمانہ کے کارنامے اور سابقین پر اضافے بترتیب نظر کے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن سیاسیات میں اس مطالعہ کا فائدہ جب ہوتا کہ علمِ سیاست پر مستقل بالذات

کتابیں لکھی گئی ہوتیں، مگر جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ اس موضوع پر مواد مختلف اسلامی علوم کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ ہر شعبۂ علم میں متعلقہ سیاسی مباحث کے ارتقاء کا جائزہ لیا جائے، ابتدا قرآن و سنت کے اصولی مباحث سے کرتا ہوں۔

سیاسیات کے قرآنی اصول

قرآن نے سیاست کے بنیادی اصول فراہم کیے ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق ہجرتِ مدینہ کے بعد اور وہاں پر قیامِ حکومتِ اسلامی کی ابتدا سے ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عہدِ مکی ان سے خالی تھا، اس لیے کہ الوہیت کا مسئلہ اور الٰہ کا اسلامی تصور اور اس کے خصائص و صفات کا ذکر جو اسلام کے سیاسی تصور کا سنگِ میل ہے، ابتدائے نزولِ قرآن ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ تاریخِ قرآن کے طالب علم کو یہ بات تو معلوم ہے کہ قرآنی اصول ایک دستاویز کی حیثیت سے یکبار نہیں بلکہ حسبِ ضرورت نازل ہوتے رہے، ان اصولوں کی زمانی ترتیب کے ارتقاء کو اگرچہ قطعی طور پر متعین کرنا مشکل اور اس مقالہ کے لیے شاید زیادہ سودمند بھی نہ ہو، اس لیے کہ مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کے تاریخی ارتقاء کی تفصیلات کتبِ سیرت و تاریخ میں محفوظ ہیں، جس کو ضرورت ہو وہاں تفصیل سے دیکھ سکتا ہے، بہرحال یہاں ہم تاریخی مراحل و حالات کے لحاظ سے بعض ان آیاتِ قرآنی کا ذکر کرتے ہیں جن سے سیاسی اصولوں کی وضاحت ہوتی ہے، ان میں سے بیشتر آیات مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں بھی جمع کردی ہیں:

۱۔ **اللہ کی مخصوصیتِ حاکمیت**: اس اصول پر بہت سی آیات میں تاکید آئی ہے جن میں سے چند یہ ہیں:۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا
أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ	جو تم پر اتارے ہوئے (قرآن) اور تم سے
وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ	پہلے اتاری ہوئی (کتبِ الٰہی) پر ایمان
أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ	کا دعویٰ کرتے ہیں (پھر) چاہتے ہیں کہ
وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ	طاغوت کو فیصل بنائیں حالانکہ ان کو

وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيدًا ○ (النساء: ۶۰)	اس کے انکار کا حکم دیا گیا ہے، شیطان تو ان کو بہکا کر بڑی گمراہی میں پھنسانا ہی چاہتا ہے

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں قیام حکومت کے ابتدائی برسوں میں نازل ہوئی جبکہ مدنی معاشرہ یہود ومشرکین اور مسلمانوں پر مشتمل تھا، ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا اور وہ زمانۂ جاہلیت کے ایک مشرک کاہن کے پاس فیصلہ کے لیے چلے گئے تو یہ آیت تاکید کے ساتھ اللہ کی حاکمیت عیاں کرنے کے لیے نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۱۶)

انہی حالات ومفہوم کی دوسری آیات یہ ہیں: ۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ	جو اللہ کے اتارے ہوئے (قرآن وسنت ودین) کے مطابق حکم نہ دیں تو وہی کافر ہیں،
..... فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ	...... وہی ظالم ہیں ..... وہی فاسق ہیں،
..... فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	
(المائدہ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)	

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ: ۵۰)	کیا وہ جاہلیت کے حکم (کا قیام) چاہتے ہیں؟ اور یقین کرنے والی قوم کے لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہے؟

یہ آیات بھی ابتدائی زمانہ کی ہیں اس لیے کہ وہ زانی یہودیوں کے واقعہ سے متعلق ہیں جو یہود کی آخری جلاوطنی ۵ھ کی بات ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۸، تاریخ ابن کثیر ۴/۱۶۶)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران: ۶۴)	کہہ دو کہ اے اہل کتاب، ہمارے تمہارے درمیان مشترک بات کی طرف آجاؤ، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے علاوہ ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ بیشک ہم تو تابعدار مسلمان ہیں۔

یہ آیتِ کریمہ اللہ کے علاوہ احبار و رہبان کی بزعمِ خود حاصل کردہ صفتِ تشریع کو باطل قرار دیتی ہے جو فتحِ مکہ مکرمہ سے پہلے عرصہ میں نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی شہنشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دینے والے مکتوبِ گرامی میں اس کو شامل بھی فرمایا (تاریخ ابن کثیر ۱/ ۳۷۱)

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت: درج ذیل تینوں آیات عہدِ مدنی کے ابتدائی مراحل کی ہیں:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ	رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو اور
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ،
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ	اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک وہ سخت
الْعِقَابِ o (الحشر: ۷)	سزا دینے والا ہے۔

یہ آیتِ کریمہ غزوہ بنی نضیر کے بعد ۴ھ میں نازل ہوئی۔ (تاریخ ابن کثیر ۴/۷۴)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ	ہدایت کے واضح ہونے کے بعد جو
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ	رسول کی مخالفت اور مومنین کے راستہ
غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ	کے سوا (کسی اور راستہ) کی پیروی کرے گا
مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ	تو ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے
مَصِيْرًا o (النساء: ۱۱۵)	اور جہنم میں ڈالیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

یہ آیت عہدِ مدنی کے ابتدائی برسوں میں ابن ابیرق کے زرہ چرا کر ایک یہودی کے ہاں چھپانے کے جرم کے بعد نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۵۰)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ	ہم نے جو رسول بھی بھیجا تو اس لیے
اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ اِلٰى	کہ اللہ کی اجازت سے اس کی اطاعت
قَوْلِهٖ تعالیٰ: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	کی جائے .... تمہارے رب کی
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ	قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ	ہو سکتے جب تک کہ وہ تم کو اپنے درمیان
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ	کے اختلافات میں فیصل نہ بنائیں پھر
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o	تمہارے فیصلہ سے اپنے دل میں تنگی

(النساء: ۶۴-۶۵) محسوس نہ کریں، (بلکہ) پوری طرح تسلیم کریں۔

اس آیت کا سببِ نزول اگرچہ متعین طور پر ہم کو معلوم نہیں لیکن روایات سے ایک یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غزوہ بدر ۲ھ کے بعد کسی مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلہ پر طرفداری کا الزام لگایا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۲۰)

۳۔ **خلافت**: قرآن شریف میں لفظ خلیفہ دو بار آیا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً	اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ
فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ	بنایا ہے اس لیے لوگوں کے درمیان حق
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى	کے مطابق فیصلہ کرو، اور خواہش کی
فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	پیروی نہ کرو کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ
(ص: ۲۶)	سے بھٹکا دے۔

یہ عہدِ مکی کی آیت ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ	جب تمہارے رب نے فرشتوں سے
اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً	کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے
(البقرہ: ۳۰)	والا ہوں۔

یہ آیت عہدِ مدنی کے اوائل میں نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۱۷)

۴۔ **حکومت کی اطاعت**:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو،
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے
وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ	اولوالامر کی، پھر اگر کسی بات پر تم آپس
تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى	میں جھگڑنے لگو تو اس کو اللہ اور رسول
اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ	کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء: ۵۹)	آخرت پر یقین رکھتے ہو۔

حکومت کی اطاعت کے حدود واضح کرنے والی یہ آیت ایک جنگی مہم کے امیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۱۷)

۵۔ شوریٰ: یہ اصول دو آیاتِ قرآنی میں ملتا ہے۔

وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ (الشوریٰ: ۳۸)	ان کا کام ان کے درمیان شوریٰ سے انجام پاتا ہے اور وہ ہمارے عطا کردہ رزق میں سے (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت عہد مکی کی ہے جس میں آپسی مشورہ مسلمانوں کی بنیادی صفت کے طور پر بیان ہوا ہے

وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ (آل عمران: ۱۵۹) اور ان سے کام میں مشورہ کرو۔

غزوۂ احد شوال ۳ھ میں صحابہ کے مشورہ کے مطابق مدینہ سے باہر نکل کر جنگ ہوئی، اور ابتدائی فتح کے شکست میں بدل جانے کے بعد بھی اس آیت میں مشورہ کے اصول پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۴۰۹)

۶۔ **بیعت**: یہ حاکم اور امت کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کی کیفیت کا ذکر درج ذیل آیت میں ان الفاظ میں وارد ہوا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ (الممتحنۃ: ۱۲)	اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات کی بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، نہ چوری و زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان بہتان تراشیں گی، نہ بھلے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو تم ان سے بیعت کر لیا کرو، اور ان کے لیے استغفار (بھی) کرو، بیشک اللہ نہایت مہربان مغفرت کرنے والا ہے۔

صلح حدیبیہ ۶ھ کے بعد مومن مہاجر خواتین سے مذکورہ بالا شرائط و الفاظ میں بیعت لی جاتی تھی، اسی لیے اس کا نام بیعۃ النساء تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۳۵۲)

۷۔ **حکومت کے فرائضِ منصبی**:

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ	یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں اختیار دیا تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؀ (الحج : ۴۱)	دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور (دراصل) تمام کاموں کا انجام تو اللہ کے لیے ہے۔

یہ آیت ان آیات کا ایک حصہ ہے جو قتال کی اجازت کے سلسلہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں :

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج : ۳۹)	جن لوگوں سے کافر لڑتے ہیں ان کو قتال کی اس لیے اجازت دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔

مسلمانوں کو لڑائی کی یہ اجازت عہد مدنی کی ابتدا میں ملی۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۲۵۲-۲۶۲)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ (الحدید: ۲۵)	بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب و میزان اتاری تاکہ لوگ عدل و قسط پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شدید طاقت ہے۔

یہ آیت مدنی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء : ۵۸)	بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ حق داروں کو ان کی امانتیں ادا کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو، بلاشبہ اللہ تم کو کتنی اچھی نصیحت کرتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت فتح مکہ ۸ھ کے فوراً بعد اس لیے نازل ہوئی تھی کہ سابق کلید بردار کعبہ کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کر دی جائیں (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۱۵) نیز یہ آیت حکومت کی کارگذاری اور اس کے کارندوں کے انتخاب میں عدل و امانت کے دو عمومی قاعدوں کو ملحوظ رکھنے پر زور دیتی ہے۔

۸۔ غیر مسلم اقلیات اور عالمی تعلقات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا
عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ
مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ : ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے
دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کو دوستی
ومحبت کا نامہ وپیام دینے لگو، حالانکہ وہ
تمہارے پاس آئے ہوئے حق کا انکار کر چکے ہیں۔

یہ آیت فتح مکہ سے کچھ قبل حاطب بن بلتعہؓ کے اس خط کی وجہ سے نازل ہوئی جس میں انھوں نے کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ پر چڑھائی کی اطلاع دی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۳۴۴)

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ
لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ
يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ: ۸)

اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ بھلائی اور
انصاف سے نہیں روکتا جنھوں نے تم
سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی،
اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک
اللہ منصفوں کو پسند کرتا ہے۔

گذشتہ آیت کے سیاق ہی میں یہ آیت بھی نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا
الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ
هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ
يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ: ۲۸)

اے ایمان والو! بیشک مشرکین نجس
ہیں، اس لیے اس برس کے بعد وہ مسجد
حرام کے قریب نہ آئیں، اگر تم کو فقر کا ڈر
ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو اپنے فضل
سے مال دار کر دے گا، بیشک اللہ خوب
جانتے اور حکمت والا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا
يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ
عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبہ: ۲۹)
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ

اہل کتاب جو اللہ اور روز آخرت پر
ایمان نہیں لاتے، اور اللہ اور اس کے رسول
نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے انھیں حرام
نہیں سمجھتے، اور دین حق کو نہیں اختیار کرتے
ان سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ
وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں۔
سوائے ان مشرکین کے جن سے تم

الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ
شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ
أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ
إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (التوبہ: ۴)
فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا
لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ
(التوبہ: ۷)

نے عہد کیا تو انھوں نے (اس میں) تمہارے
ساتھ کوئی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے
میں کسی کی مدد کی، تو ان سے ان کی (طے شدہ)
مدت تک عہد پورا کرو۔
پھر جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے
رہیں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو،
بیشک اللہ احتیاط کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تبدیلیٔ ترتیب کے ساتھ یہ آیتیں سورۂ براءۃ کے آغاز سے قصداً لکھی گئی ہیں جو نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے اور ۹ھ میں نازل ہوئی تھی۔

کتبِ تفسیر بحیثیت ماخذِ سیاسیات

قرآن شریف اسلامی سیاسیات کے اصولوں کا ماخذِ اول ہے تو اس کی تفسیریں بھی ان اصولوں کی وضاحت کے لیے ان کا اہم ماخذ ہوں گی، خاص طور پر وہ تفسیری کتابیں جن میں فقہی احکام کو نمایاں کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جیسے امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) کی کتاب الجامع لاحکام القرآن۔

کتبِ حدیث بحیثیت ماخذِ سیاسیات

حدیثِ نبوی سیاسی فقہ کا دوسرا ماخذ ہے جس سے قرآن شریف میں مذکور بنیادی سیاسی اصولوں کی شرح اور تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ کتبِ حدیث میں سیاسی مسائل سے متعلق احادیث کو مستقل فصلوں میں مرتب کیا گیا ہے، ان فصلوں کے عنوانات سے اس زمانہ کے محدثین کے سیاسی رجحانات اور متداول سیاسی اصطلاحات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ بعض کتابیں ان سیاسی مباحث کو امارۃ کے عنوان سے یکجا بیان کرتی ہیں، اور بعض امارۃ وقضاء کے عنوان سے، دیگر نے ان کو جہاد کے باب میں اور باقی نے مالی سیاست جیسے خراج کے جزء کے طور پر ذکر کیا ہے، جبکہ چند ایسی کتابیں بھی ہیں جنھوں نے سیاسی فقہ کے کسی جزوی مسئلہ کی طرف توجہ کرکے کوئی مخصوص فصل یا عنوان باندھا ہے

جیسے بیعت۔ اصل میں یہ حکومت اور اس کے فرائض منصبی سے متعلق نقطۂ نظر کی بات ہے، جس کی نظر اس کے عدالتی پہلو پر گئی اس نے ان کو مباحثِ قضا میں بیان کیا، جس کی نگاہ عسکری پہلو پر گئی اس نے ان کو مباحثِ جہاد میں شمار کیا، جس نے اس کے معاشی پہلو کو دیکھا اس نے ان کو مالیاتی مباحث میں نقل کیا۔ پھر یہی رجحانات فقہی کتب کی تدوین میں جاری وساری ہو گئے۔

چنانچہ امام بخاریؒ (۱۹۴-۲۵۶ھ) نے سیاسی فقہ کی احادیث الاحکام کے تحت جمع کی ہیں جس سے ان کا مطلب خلیفہ اور قاضی کے احکام ہیں، اس لیے انھوں نے خلافت وقضا سے متعلق سو سے زیادہ احادیث اس عنوان کے تحت بیان کیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاسی فقہ سے متعلق ان کا تمام سرمایہ ہے، بلکہ اس کے اہم موضوعات دوسری جگہوں پر ملتے ہیں جیسے شوریٰ کو انھوں نے 'الاعتصام بالکتاب والسنۃ' کے عنوان میں ضم کیا ہے۔ (ابن حجر: فتح الباری ۱۶/۲۲۷، ۱۷/۱۰۲)

امام مسلمؒ (۲۰۶ – ۲۶۱ھ) نے حسبِ موضوع احادیث جمع کرنے کے باوجود بخاری کے برعکس ان کے عنوانات خود مقرر نہیں کیے، یہ کام ان کے شارح امام نوویؒ (۶۳۱-۶۷۶ھ) نے انجام دیا اور مسائلِ سیاست سے متعلق احادیث کو 'کتاب الامارۃ' کا عنوان دیا جس کے تحت جہاد سے متعلق احادیث ملتی ہیں۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۲/ ۱۹۹)

امام ابوداؤدؒ (۲۰۲-۲۷۵ھ) نے اپنی سنن میں سیاسیات سے متعلق احادیث کے لیے 'کتاب الخراج والامارۃ والفئ' کا عنوان باندھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت اور اس کے معاشی پہلو کے درمیان ربط کے رجحان کے ہمنوا تھے۔ (سنن ابی داؤد، ۳/۱۸۰)

امام ترمذیؒ (۲۰۹-۲۷۹ھ) نے سیاسی مباحث سے متعلق احادیث 'ابواب احکام' سیر اور جہاد میں بیان کیں، یعنی ان کے نزدیک وہ مباحث قضاء وجہاد سے مربوط ہیں۔ (سنن الترمذی، جزء دوم وسوم)

امام ابن ماجہؒ (۲۰۷-۲۷۳ھ) نے امارۃ کی احادیث کو جہاد کے ضمن میں رکھا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ۲/۹۵۳-۹۵۹)

لیکن امام نسائیؒ (۲۱۵-۳۰۳ھ) نے اپنی سنن میں ایک مستقل 'کتاب البیعۃ' کے تحت حکومتی مسائل کی احادیث بیان کی ہیں۔ (سنن النسائی ۷/۱۲۷) ان کا یہ عمل امام مالک

(۹۳-۱۷۳ھ) سے مشابہ ہے، اگرچہ امام مالکؒ کے ہاں بیعت کی بحث میں صرف تین حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ (مؤطا امام مالک ۹۸۲/۲)

امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴-۲۴۱ھ) نے اپنی مسند اگرچہ موضوعات کے لحاظ سے ترتیب نہیں دی تھی، لیکن اس کے مرتب احمد عبدالرحمٰن البنّا نے اس کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا اور اس میں ایک عنوان کتاب الخلافۃ والامارۃ متعین کیا۔ (الفتح الربانی ۲۳/۴)

مذکورہ مشہور کتب حدیث کے علاوہ بھی یہ سیاسی مسائل دیگر مؤلفات حدیث میں موجود ہیں، لیکن یہاں ان کے احاطہ کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہ خود مزید مواد تلاش کر سکتا ہے۔ یہ بات معروف عام ہے کہ امہات کتب حدیث میں ایک حدیث کئی ابواب میں تکرار ذکر کی جاتی ہے، ان متفرق احادیث کو یکجا کرنے کے لیے بھی مجموعے مرتب ہوئے ہیں جیسے امام ابن اثیر (۵۴۴-۶۰۶ھ) کا حدیثی موسوعہ جامع الاصول جس میں الخلافۃ کے عنوان سے کافی احادیث موجود ہیں۔

سیاسیات کے حدیثی اصول

۱۔ نظام خلافت

بنی اسرائیل کی سیادت و حکومت کا کام انبیاء انجام دیتے تھے، ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا تھا، میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا، اس لیے میرے بعد (غیر نبی) خلفاء ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ حکومت کی ذمہ داریاں

تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

بدترین راعی بے رحم چرواہے (حکام) ہیں (مسلم)

قیامت کے دن اللہ کا محبوب ترین اور اس کی مجلس میں مقرب ترین امام عادل ہوگا، اور اس کا مبغوض ترین اور اس کی مجلس سے بعید ترین ظالم امام ہوگا۔ (ترمذی)

جس کو اللہ نے مسلمانوں کے امور کا والی بنایا اور وہ ان کے فقر و فاقہ اور ضرورت و حاجت کے لیے حجاب بن گیا تو اللہ روز قیامت اس کی حاجت و ضرورت اور فقر و مسکنت کے لیے بھی حجاب بن جائے گا۔ (ابوداؤد)

جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا راعی بنائے اور وہ اپنی رعیت کی خیانت کی حالت میں مرے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

تم میں سے جس کو ہم نے کسی کام پر عامل بنایا، پھر اس نے ہم سے سوئی یا اس سے بھی معمولی کوئی چیز چھپائی تو وہ غبن ہوگا جس کو وہ روزِ قیامت اپنے ساتھ لائے گا۔ (مسلم)

۳۔ شوریٰ

غزوۂ احد کے موقع پر نبیؐ نے صحابہ سے (مدینہ میں) رہتے ہوئے یا باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ کیا تو انھوں نے باہر نکل کر جنگ کا خیال ظاہر کیا (بخاری)

۴۔ خلیفہ کی صفات

یہ امر (حکومت) قریش میں (مخصوص) ہے جب تک وہ دین قائم کرتے رہیں گے۔ جو کوئی بھی ان سے دشمنی کرے گا تو اللہ اس کو (رسوا کر کے) اوندھے منہ پٹکے گا۔ (بخاری)

وہ قوم کامیاب نہ ہوگی جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنایا (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی غیر حاضری میں) ابن ام مکتومؓ کو (جو نابینا تھے) دو بار مدینہ میں جانشین بنایا۔ (بخاری)

۵۔ انتخابِ خلیفہ

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: مشورہ کے بغیر اگر کسی شخص نے کسی سے بیعت کی تو نہ بیعت کرنے والے کی پیروی کی جائے گی نہ جس سے اس نے بیعت کی۔ (بخاری)

جب تمہارا امر (حکومت) ایک شخص (حاکم) پر متفق ہو اور کوئی تمہاری طاقت کو توڑنے یا جماعت کو متفرق کرنے کے لیے اٹھے تو اس کو قتل کر دو۔ (مسلم)

ہم یہ کام (ولایت و امارت وغیرہ) کسی ایسے آدمی کو نہیں سونپتے جو اس کا سوال کرے یا اس کی حرص کرے (بخاری و مسلم)

امارت کا سوال نہ کرو، اس لیے کہ اگر وہ تم کو سوال سے ملی تو اس کی ذمہ داری تم پر ڈال دی جائے گی، لیکن اگر بغیر مانگے تم کو عطا کی گئی تو اس (کی انجام دہی) میں تمہاری مدد کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

جب دو خلفاء سے بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو (جس کی بیعت بعد میں ہوئی ہو) قتل کر دو۔ (مسلم)

۶۔ بیعت

تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ ان سے قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا: ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جس نے ایک امام سے بیعت کی، پھر اگر اس نے اس کو عطا کیا تو وفاداری کی، اور اگر اس نے اس کو نہ دیا تو بے وفائی کی۔ (ترمذی)

عمر بن عبدالعزیز نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کرتے ہوئے لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بقدر استطاعت آپ کی بات سننے اور اطاعت کا اقرار کرتا ہوں (بخاری)

۷۔ وزراء اور حکومت کے کارندوں کا انتخاب

جب اللہ کسی امیر کے لیے خیر چاہتا ہے تو اس کے لیے ایسا مخلص وزیر مقرر فرماتا ہے کہ اگر امیر بھولے تو اس کو یاد دلائے اور اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد کرے، اور اگر اللہ اس کے ساتھ خیر کا معاملہ نہیں کرنا چاہتا تو اس کے لیے برا وزیر مقرر کرتا ہے کہ اگر امیر بھولے تو وہ اس کو یاد نہ دلائے، اور اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد نہ کرے۔ (ابوداؤد)

اللہ نے نہ کسی نبی کو بھیجا نہ کسی کو خلیفہ بنایا مگر اس کے دو طرح کے حاشیہ بردار ہوئے: ایک اس کو بھلائی کا حکم دیتا اور اس پر ابھارتا، دوسرا اس کو برائی کا حکم دیتا اور اس پر ابھارتا، محفوظ وہی رہا جس کو اللہ نے (شر سے) بچایا (بخاری)

۸۔ حکومت کے حقوق

بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارے اوپر ایسا (سیاہ فام) حبشی غلام عامل بنادیا گیا ہو جس کا سر سوکھے انجیر کی طرح (پچکا ہوا) ہو، جب تک وہ تم میں کتاب اللہ قائم کرتا ہے۔ (بخاری)

جس نے میری اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے میری اطاعت کی، اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے تو گویا اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری، مسلم)

مسلمان پر (ہر حال میں امیر کا) حکم سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے، پسند کرے یا ناپسند کرے، سوائے اس کے کہ اس کو معصیت کا حکم دیا جائے۔ اس صورت میں نہ سننا (واجب) ہے نہ اطاعت۔ (موطا کے علاوہ تمام محدثین)

۹۔ رعایا کے حقوق

جب امیر نے شک و شبہ میں لوگوں کی پکڑ کرنا چاہی تو گویا اس نے ان کو بگاڑ دیا (ابوداؤد)

حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: میں نے اپنے عاملوں کو اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تم کو ماریں اور تمہارا مال و دولت ہڑپ کریں، جس کے ساتھ ایسی بات ہو تو وہ اس کو میرے سامنے پیش کرے، میں اس سے قصاص (بدلہ) لوں گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے پوچھا: خواہ کسی آدمی نے اپنی رعیت کی تادیب (تنبیہ) کی تب بھی آپ اس سے بدلہ لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ہاں! کیا میں اس سے بدلہ نہ لوں، جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بدلے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے دیکھا ہے! (ابوداؤد)

۱۰۔ حکومت کی تنقید و تبدیلی

تم پر ایسے امراء مقرر کیے جائیں گے جن کے کچھ کام اچھے ہوں گے اور کچھ غلط۔ اچھی طرح سن لو کہ جس نے ان کے ناپسندیدہ کاموں سے نفرت کی تو وہ (عنداللہ) بری ہو گیا اور جس نے انکار (کا اظہار) کیا وہ بھی (عنداللہ) محفوظ رہا، لیکن جو راضی ہوا اور پیروی کی (تو وہ ہلاک ہوا) صحابہ نے پوچھا: کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

اے کعب بن عُجرہ! تمہارے لیے ان امراء سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو میرے بعد ہوں گے! جو ان کے دروازے پر گیا اور اس نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ظلم میں اعانت کی تو وہ نہ میرا ہے نہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آئے گا، اور جو ان کے دروازوں پر گیا یا نہ گیا لیکن اس نے نہ تو ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور نہ ظلم میں اعانت کی تو وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں اور وہ حوض پر میرے پاس ضرور آئے گا۔ (ترمذی)

(عقبہ بن مالکؓ نے کہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم بھیجی، تو ان میں سے ایک آدمی کو میں نے تلوار دے کر مسلح کیا، جب وہ (ناکام) واپس ہوا، تو کاش تم دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کیسی ملامت کی، آپ نے فرمایا "جب میں نے ایک آدمی کو (کام سے) بھیجا اور وہ میرے حکم کی تعمیل نہ کر سکا تو کیا تم اس بات سے عاجز ہو گئے تھے کہ اس کی جگہ پر ایک ایسے آدمی کو مقرر کرتے جو میرے حکم کی تنفیذ کر دیتا؟" (ابوداؤد، مسند احمد)

جس شخص کو اپنے امیر کی کوئی بات ناپسند ہو تو اس پر صبر کرے، اس لیے کہ جس نے ایک بالشت بھر بھی جماعت کا ساتھ چھوڑا اور وہ مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (بخاری و مسلم)

سیاسی فقہ کی کتابیں

قرآن وسنت کے بعد سیاسی فقہ کے مآخذ میں خلفائے راشدین کے اجتہادات کا تیسرا درجہ ہے، خاص کر ایسے مسائل میں جن پر اس عہد کے صحابہ کا اجماع منعقد ہو چکا ہو۔ وہ عہد اتنی امتیازی خصوصیات کا حامل تھا کہ بعد میں اس کے نمونہ پر سیاسی فقہ کی پوری عمارت کھڑی ہوئی۔ اس عہد کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ فقہ میں خود خلفائے راشدین کے رسوخ کے باوجود ان کے تمام اجتہادی فیصلے اصحابِ شوریٰ کے اجماعی مشورہ سے صادر ہوتے اور امورِ مملکت میں قانون کی حیثیت اختیار کر لیتے تھے۔ اس دور کے خاتمہ کے ساتھ اجتماعی طریقہ سے اجتہاد کا عہد یادِ رفتہ ہوا تو فقہ کے تمام شعبوں بشمول سیاسی فقہ کا ارتقاء انفرادی طور پر فقہائے کرام کے مضبوط ہاتھوں نے سنبھالا، مگر حکومت کا پورا قانون ان کی آراء کے تابع نہیں ہوتا تھا۔

قرآن وسنت کے عام سیاسی اصولوں میں سے بیشتر کی تشریح وتفصیل خلفائے راشدین کے عہد میں ملتی ہے۔ اسی زمانہ میں نظامِ خلافت قائم ہوا، خلیفہ کے انتخاب واختیارات، نظم ونسقِ حکومت اور تشریع (قانون سازی) میں شوریٰ کا اصول عملی طور پر جاری وساری ہوا اور نکھرا، اور عدل وانصاف کے قیام، دین کی حفاظت وبقاء اور حکومت کے عدالتی ومالی وعسکری فرائض ومقاصد کی تنفیذ وتکمیل کے لیے مختلف نظاموں وشعبوں کی تشکیل ہوئی۔

بعد کے زمانہ میں طریقِ نبوت کے مطابق، خلافت کی بنیاد پر جو نظامِ حکومت قائم تھا وہ ملوکیت میں تبدیل ہوا اور شیعہ وخوارج جیسے مختلف فرقے وجود میں آئے جن کا اثر سیاسی فقہ پر بھی پڑا اور تین اہم مسائل اس کے زیرِ بحث آئے :-

۱۔ انعقادِ خلافت کی صحیح شکل وصورت۔

۲۔ مسئلہ بیعت۔

۳۔ فاسق وظالم حاکم کے خلاف بغاوت کی حیثیت۔

فقہائے تابعین نے ان مسائل پر صحیح نقطۂ نظر واضح کیا جیسے سعید بن مسیبؒ (م ۹۲ھ) سعید بن جبیرؒ (وفات ۹۵ھ) حسن بصریؒ (وفات ۱۱۰ھ) وغیرہ، ان میں سب سے زیادہ بلندی پر

عمر بن عبدالعزیزؒ (وفات ۱۰۱ھ) نظر آتے ہیں جن کی اصلاحات نے عہدِ راشدین کے نظامِ خلافت کا ایک جلوہ دکھا دیا اور بعد میں وہ اصلاحات سیاسی فقہ کا حصہ بنیں۔

ان تمام بنیادی مساعی کے باوجود فقہ سیاسی کے مسائل غیر مرتب و مدوّن اور بکھرے رہے یہاں تک کہ فقہائے اربعہ امام ابوحنیفہؒ (۸۰ - ۱۵۰ھ) امام شافعیؒ (۱۵۰-۲۰۴ھ) امام مالکؒ (۹۳ - ۱۷۹ھ) امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴ - ۲۴۱ھ) اور ان کے شاگردوں کے عصر میں فقہ کی ترتیب و تدوین و تبویب کا عظیم کام شروع ہوا، اس عہدِ تدوین میں چار رجحانات قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ حکومتی مسائل کا اس کے کسی شعبہ میں اختلاط، جیسے قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ (۱۱۳ - ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں مسائلِ خلافت کو مالی وسائل میں ملا دیا۔

۲۔ سیاسی فقہی مسائل کا عام فقہ کے ضمن میں بیان، یہ رجحان فقہی مذاہب کی کتابوں میں عام ہے جیسے امام شافعیؒ کی کتاب الاُم

۳۔ سیاسی فقہ کے عام موضوع پر مستقل تالیف، جیسے امام ماوردیؒ کی کتاب الاحکام السلطانیہ جو حکومت کے سیاسی و مالی اور عدالتی و عسکری تمام شعبوں کے نظاموں کو شامل ہے۔

۴۔ فقہ سیاسی کے ایک مخصوص موضوع پر مستقل تصنیف، جیسے حکومت کے مالی نظام پر ابوعبید القاسم بن سلّام کی کتاب الاموال۔

ذیل میں سیاسی فقہ کی کتابوں کی فہرست ان کے مؤلفین کی وفات کی ترتیب کے مطابق درج کی جاتی ہے، یہ کتابیں صرف حکومت کے سیاسی نظام ہی سے متعلق نہیں بلکہ اس کے مالی و عدالتی نظاموں کو بھی شامل ہیں:۔

۱۔ الخراج، ابویوسف یعقوب بن ابراہیم، (ت ۱۸۲ھ)
۲۔ السیر الکبیر، محمد بن الحسن الشیبانی، (ت ۱۸۹ھ)
۳۔ الخراج، یحیٰی بن آدم القرشی (ت ۲۰۴ھ)
۴۔ الاموال، ابوعبید القاسم بن سلام، (ت ۲۲۴ھ)
۵۔ الاحکام السلطانیہ، علی بن محمد بن حبیب الماوردی، (ت ۴۵۰ھ)
۶۔ قوانین الوزارۃ، الماوردی (ت ۴۵۰ھ)

۷۔ ادب القاضی، الماوردی (ت ۴۵۰ھ)
۸۔ غیاث الامم، ابوالمعالی الجوینی امام الحرمین، (ت ۴۷۸ھ)
۹۔ نہایۃ الرتبہ فی طلب الحسبۃ، الشیزری، (ت ۵۸۹ھ)
۱۰۔ العقد الفرید للملک السعید، محمد بن طلحہ القرشی (ت ۶۵۲ھ)
۱۱۔ السیاسۃ الشرعیۃ، ابن تیمیہ (ت ۷۲۸ھ)
۱۲۔ الحسبۃ فی الاسلام، ابن تیمیہ (ت ۷۲۸ھ)
۱۳۔ معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، ابن الاخوۃ، (ت ۷۲۹ھ)
۱۴۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، ابن القیم (ت ۷۵۱ھ)
۱۵۔ احکام اھل الذمۃ، ابن القیم (ت ۷۵۱ھ)
۱۶۔ تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام، ابن فرحون المالکی (ت ۷۹۹ھ)
۱۷۔ تحریر الاسلام فی تدبیر اھل الاسلام، عز الدین بن جماعۃ (ت ۸۱۹ھ)
۱۸۔ معین الحکام فیما تردد بین الخصمین من الاحکام (ت ۸۲۴ھ)
۱۹۔ لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام، ابن الشحنۃ (ت ۸۸۲ھ)

سیاسی فقہ پر مشہور فقہاء کی کتابوں کا تعارف

۱۔ ابو یوسف کی کتاب الخراج

قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ (۱۱۳۔۱۸۲ھ) ایک صحابی کی نسل سے ہیں، ان کا وطن کوفہ بڑا علمی مرکز تھا جہاں انھوں نے اساتذۂ عصر سے علم حاصل کیا، اور امام ابوحنیفہؒ کے سعادتمند شاگردوں میں نمایاں مقام حاصل کیا، ان کے علم کو مدوّن کیا اور پھیلایا، عباسی حکومت میں قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے، پھر خلیفہ ہارون رشید (۱۷۰۔۱۹۳ھ) نے ان کے لیے قاضی القضاۃ کا عہدۂ جلیلہ قائم کیا جس کو انھوں نے حسن خدمت اور نیک نامی کے ساتھ نبایا، ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے امت کو ایک قانون پر متحد کرکے اس انتشار کا خاتمہ کیا جو حکام کی خواہشاتِ نفس کے اثر سے پھیل رہا تھا، چونکہ قضاۃ کا تقرر ان کے اختیار میں آگیا تھا اس لیے انھوں نے نیک نام مجتہد علماء کو قضاۃ کے عہدوں پر مقرر کرکے عدل وانصاف کی حکمرانی قائم کی۔ (تاریخ ابن کثیر ۱۰/۱۸۰، فواد سیزگین، تاریخ التراث العربی ۲/۹۴)

خراج زمین کا ٹیکس ہے، لیکن ابویوسف نے کتاب الخراج میں اس کو اس زمانہ کے معروف عام معنی میں استعمال کیا ہے، نیز یہ کتاب اگرچہ حکومت کی آمدنیات سے متعلق ہے لیکن حقیقتاً وہ تمام امورِ مملکت سے بحث کرتی ہے اور چونکہ اس کی تالیف خلیفہ ہارون رشید کی فرمائش سے عمل میں آئی تھی اس لیے اس کی حیثیت ایک سرکاری قانون کی تھی جس کو وقت کے قاضی القضاۃ نے مملکت کے تمام علاقوں کے لیے جاری کیا تھا، اس کی شرح عبدالعزیز بن محمد رحبی نے الرتاج کے نام سے لکھی جو مطبوع ہے، اس کے دیگر موضوعات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف حکومت کے تصوّر اور اس کے نظام کے اہم اصول ذیل میں مختصراً درج کیے جاتے ہیں :۔

۱۔ امام ابویوسف خلافتِ راشدہ کو قابلِ تقلید نمونہ سمجھ کر اس کی قانونی نظیروں سے استدلال کرتے ہیں، اور اموی و عباسی حکام کے طریقہ کو شمار قطار میں نہیں لاتے، چنانچہ اس اصول کے تحت مخالفِ شریعت معاملاتِ حکومت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

۲۔ حکومت پر آزادانہ تنقید حکّام اور عوام دونوں کے بہتر مفاد میں ہے، اس لیے حکّام کا محاسبہ، ان سے اپنے مشروع حقوق کا مطالبہ اور ملک کی دولت کی بابت سوال جواب مسلمانوں کا حق ہے۔

۳۔ بیت المال کی آمدنی میں مشروع تصرّف جائز ہے، اس لیے حکّام کی ذاتی اغراض میں اس کا استعمال ناجائز سمجھتے ہیں، نیز مشروع ٹیکسوں کے نظام کو بھی واضح کیا ہے۔

۴۔ اہل ذمہ (غیر مسلم اقلیات) سے منصفانہ معاملہ کے اصول متعین کیے اور یہ وجہ بیان کی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک ہی نے ان کو اپنی ہم دین رومی حکومت کے خلاف اسلامی حکومت کا مخلص وفادار بنائے رکھا تھا۔

۵۔ حکومت میں ظالم و خائن کارندوں کی تقرری حرام قرار دی اور خلیفہ ہارون رشید کو نصیحت کی کہ ملازمت میں صلاحیت کے ساتھ حسنِ سیرت کا بھی لحاظ کریں، نیز ان کی نگرانی کے لیے محاسبین کا بھی انتظام کریں۔

۶۔ عدل و انصاف محکمہ قضا کا فرض ہے، صرف شک و شبہ پر کسی کی گرفت جائز نہیں اس لیے ثبوت کے بغیر قیدیوں کے معاملات کی تحقیق کا مشورہ دیا، اور قید خانوں کے نظام کی اصلاح کے لیے اہم تجاویز پیش کیں۔

مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے:

"امام ابویوسفؒ نے ایک مطلق العنان فرماں روا کے سامنے جو آئینی تجاویز پیش کی تھیں وہ متعدد حیثیات سے اصل اسلامی تصور کے مقابلے میں بہت ناقص ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام ابویوسفؒ کے تصور ریاست کی وسعت بس اتنی ہی ہے جتنی کتاب الخراج کی ان تجاویز میں پائی جاتی ہے اور وہ درحقیقت اس سے زیادہ کچھ نہ چاہتے تھے جو انھوں نے اس کتاب میں بیان کردیا ہے۔ بلکہ دراصل یہ وہ زیادہ سے زیادہ چیز تھی جس کی ایک عملی مفکّر کی حیثیت سے وہ سلطنت عبّاسیہ کے اس دور میں توقع کرسکتے تھے۔ ان کے پیش نظر محض ایک ایسا خیالی نقشہ پیش کرنا نہ تھا جو تصوّر کی حد تک مکمل ہو مگر واقعی حالات میں اس کو جامۂ عمل پہنانے کے امکانات نہ ہوں۔ اس کے بجائے وہ ایک ایسی اسکیم مرتّب کرنا چاہتے تھے جو اسلامی ریاست کے کم سے کم جوہر مطلوب کی حامل بھی ہو اور اس کے ساتھ اسے ان حالات میں روبعمل بھی لایا جاسکتا ہو۔" (خلافت و ملوکیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی طبع ۱۹۹۹ء ص ۲۷۴)

۲۔ الشیبانی کی کتاب السیر الکبیر

قاضی محمد بن حسن شیبانیؒ (۱۳۲-۱۸۹ھ) واسط میں پیدا ہوئے، کوفہ میں پروان چڑھے امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کی اور امام ابویوسفؒ کے بعد انہی کو نمایاں مقام حاصل ہوا، دوبار عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے، دوسری صدی ہجری کے فقہاء میں انھوں نے سب سے زیادہ فقہی تالیف و تصنیف کا کام کیا اور حنفی مذہب کی بڑی خدمت کی، ان کی المبسوط فقہی مدوّنات میں پہلی جامع و شامل کتاب ہے جس کی اتباع میں بعد کی مدوّنات منظر عام پر آئیں اور اس سے متاثر ہوئیں۔

ان کی کتاب السیر الکبیر بھی اپنے موضوع پر جامع ترین مؤلفات میں سے ہے۔ سیرۃ کی جمع سیر مسلمانوں کے غیر قوموں سے تعلقات امن و جنگ کے لیے فقہ کی ایک اسلامی اصطلاح ہے، چونکہ اس فقہ کا ماخذ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء کی سیرت و مغازی ہے اس لیے یہ اصطلاح اسی سے پیدا ہوئی۔ بہرحال اس کتاب کا ابتدائی مواد امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، اس کو امام شیبانیؒ نے نقل کر کے پہلے

اپنی کتاب السیر الصغیر میں شامل کیا، پھر اس کی تہذیب وتنقیح اور کثیر اضافوں کے ساتھ السیر الکبیر تیار کی، اور درج ذیل موضوعات سے متعلق اسلامی اصول بیان کیے:

۱۔ حالتِ امن میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی تنظیم، جس میں اسلامی حکومت کے ماتحت غیر مسلم اقلیات بھی شامل ہیں۔ خواہ وہ مستقل طور سے سرزمین اسلام میں مقیم ہوں جیسے اہل ذمہ، یا عارضی طور پر جیسے مستأمن۔

۲۔ بیرونی جنگوں کا نظم وانتظام، جنگی قواعد کے قیدیوں اور مال غنیمت پر اثرات، اور جنگ کو ختم کرنے کے طریقے اور اس کے اثرات۔

۳۔ اندرونی لڑائیاں جن میں سرکش باغیوں اور مرتدین کے خلاف تادیبی کارروائیاں شامل ہیں۔

ان موضوعات کے جامع وشامل احاطہ کی وجہ سے کتاب عالمی تعلقات کے موضوع پر پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے، پانچویں صدی ہجری میں اس کی شرح امام سرخسی نے لکھی جو پانچ بڑی جلدوں میں طبع ہوئی۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی ۲۶۷/۵، مقدمہ قانون الوزارۃ للماوردی ص۵۵ وما بعد)

۳۔ ابن سلّام کی کتاب الاموال

قاضی ابوعبید القاسم بن سلامؒ (۱۵۷ء۔۲۲۴ھ) کا شمار قراءات اور تفسیر وحدیث کے ماہر ائمہ میں ہوتا ہے وہ اپنی کتاب غریب الحدیث کی وجہ سے مشہور ہوئے جس کی تہذیب وتنقیح میں چالیس سال کی طویل مدت صرف کی تھی، وہ طرطوس میں قاضی تھے اور حج کے دوران مکہ میں وفات پائی۔

وہ فقہ سیاسی کے اوائل مؤلفین میں تھے۔ ان کی کتاب 'الاموال' نظامِ مملکت پر بہترین مصنّفات میں سے ایک ہے، اس میں حکومت کی آمدنی کے وسائل اور اخراجات کی مدوں سے بحث ہے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے بنیادی موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے بہت سی احادیث وآثار اور خطوط ومعاہدات کو بھی جمع کر دیا ہے، اس وجہ سے اس کو صدرِ اسلام کے دستاویزی ریکارڈ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، اسی لیے فقہِ سیاسی پر بعد کی ہر کتاب میں اس سے خوشہ چینی کی گئی ہے۔

۴۔ الماوردی کی سیاسی علوم پر تحریریں

قاضی القضاۃ علی بن محمد بن حبیبؒ (۳۶۴ - ۴۵۰ھ) بصرہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی اور بغداد میں تکمیل کی، اپنے زمانہ کے کثیر التصنیف شافعی عالم وامام تھے، ان کی تفسیر میں 'النکت والعیون' فقہ میں الحاوی اور اخلاقیات میں ادب الدنیا والدین معروف ہیں، کئی جگہ قاضی رہ کر قاضی القضاۃ کے جلیل منصب پر فائز ہوئے اور نیک نامی سے خدمت انجام دی، حکّام وقت سے گہرے روابط تھے اور خلیفہ کا اعتماد حاصل تھا جس نے بنی بویہ اور سلاجقہ سے اپنے اختلافات میں صلح صفائی کے لیے ان کو اپنا سفیر بنایا تھا۔ اعلیٰ تعلیم، ممتاز سرکاری خدمت، اہلِ اقتدار سے قریبی تعلقات اور ذاتی تجارب نے ان میں سیاسی فقہ کے موضوعات پر درج ذیل چار اہم کتابیں تصنیف کرنے کی صلاحیت پیدا کی: قوانینؒ الوزارۃ، نصیحۃ الملوکؒ، تسہیلؒ النظر وتعجیل الظفر (فی سیاسۃ الملوک) اور الاحکامؒ السلطانیہ۔ جس کو فؤاد عبد المنعم اور مصطفیٰ حلمی نے تحقیق کے ساتھ شائع کیا (دار الدعوۃ ۱۹۷۹ء)۔

ماوردی کو بجا طور پر ان کی آخر الذکر کتاب الاحکام السلطانیہ کی بدولت بڑی شہرت ملی، اس لیے کہ انھوں نے اس میں سب سے پہلے سیاسی فقہ کے بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا جمع کیا، تاکہ ان مسائل سے روزانہ کا تعلق رکھنے والے عہدیداران حکومت کو سہولت ہو، اس مقصد کی خود مؤلف نے مقدمہ کتاب میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

> " اولیائے امور کو سلطانی احکام کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن سیاست وتدبیر مملکت میں ان کی بے تحاشا مشغولیت دیگر مسائلِ فقہ میں ملے جلے سیاسی احکام کی بوقتِ ضرورت تلاش میں حائل ہوتی ہے، اس لیے میں نے متعلقہ مسائل کو یکجا کرنے کے لیے یہ مستقل ومخصوص کتاب الگ سے تحریر کی"۔ (ماوردی، مقدمہ الاحکام السلطانیہ، ص۲)

انھوں نے یہ کتاب خلیفۂ وقت کے حکم سے لکھی تھی، اس لیے یہ نظری فقہ کی کتاب نہیں بلکہ مملکت کی عملی ضرورت کی تکمیل اور اصحابِ اقتدار کے ہاتھ میں تنفیذی وسیلہ کی حیثیت سے مرتب ہوئی تھی۔ کتاب کی ابتداء امامت کی تعریف، اس کے لیے مطلوبہ شرائط اہلیت و صلاحیت اور اس کے انعقاد کے صحیح طریقوں کے ذکر سے ہوتی ہے، اس کے بعد حکومت و

رعایا کے حقوق وواجبات اور عزلِ امام کے اسباب کا بیان ہے، اسی طرح وزارت وامارت کی تعریف اور اس کی اقسام، شرائطِ اہلیت وغیرہ کے بیان کے بعد مملکت کے مالی، عدالتی اور عسکری اداروں پر مفصل بحث ملتی ہے۔ تبصرہ کے طور پر درج ذیل اشارے قابل لحاظ ہیں:

۱۔ چونکہ یہ کتاب فقہی مذاہب کے استحکام کے بعد پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے اس لیے اس میں سابق فقہار کی آرار کے حوالوں اور نقل واقتباس کے ساتھ سیاسی مسائل پر ان کے تصورات ونظریات کا خلاصہ بھی ملتا ہے، لیکن خود ماوردی کا ذاتی اجتہاد ظاہر نہیں ہوتا۔

۲۔ بعض مقامات پر فقہی آرار کے ماخذ کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

۳۔ طریقۂ کار جملہ مذاہب فقہ کی آرار کے موازنے کا اختیار کیا گیا ہے اور قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین کی آرار اور سابق خلفار کے عمل سے ماخوذ ان کے دلائل کے ذکر کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ چونکہ تمام مذاہبِ فقہ کا احاطہ پیش نظر تھا اس لیے مختصر عبارت میں مفہوم ودلیل بیان کی گئی ہے۔

۵۔ یہ کتاب خلافتِ عباسی کے انتہائی ضعف اور انتشار کے زمانہ میں لکھی گئی تھی، اس وقت صحیح اسلامی نظریات وتعلیمات اور واقعی حکومت کی حالت کے درمیان گہری خلیج حائل ہو چکی تھی، نئے نئے مسائل ومشاکل بھی سر اٹھا رہے تھے جو ماوردی کی نظر سے اوجھل نہیں تھے، چنانچہ انھوں نے اپنے زمانہ کی خلافت کی شرعی حیثیت پر بھی بحث کی ہے جو اپنا اثر ورسوخ کھو چکی تھی اور حقیقی اقتدار واختیار رافضی وزرار، سلاطین بنی بویہ کو منتقل ہو کر خلیفہ ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن چکا تھا۔ اسی طرح انھوں نے امارۃ الاستیلار (بزور بازو امارت وسلطنت پر تسلط وقبضہ) کی شرعی حیثیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے کہ مملکت اسلامی کے بیشتر علاقوں کے حکام نے طاقت کے بل بوتے ان علاقوں پر قبضہ کر کے خلیفہ سے اپنی سلطنتوں کو منوالیا تھا۔ ماوردی پر الزام ہے کہ انھوں نے حکومت کی ان دونوں غلط شکلوں کے جواز کے لیے حیلے بہانے تراشے ہیں اور ظالمانہ کارروائیوں سے تھوپی ہوئی نئی صورتِ حال کے لیے شرعی جواز فراہم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے شاذ حالات کے اضطراری احکام کے طور پر لکھا ہے۔

ماوردی کی دوسری کتاب قوانین الوزارۃ فقہ سیاسی کے موضوع پر ہے، اس میں وزارت کی تعریف و اقسام کے بعد وزراء کی شرائطِ اہلیت سے لے کر خلیفہ سے تعلقات، فرائضِ منصبی اور ان کی انجام دہی کے لیے مطلوبہ تدبیر و سیاست پر بھی بحث ہے۔ آخر میں وزارت کے پانچ مقاصد متعین کیے ہیں: اتباعِ دینِ متین، طاقتور اقتدار و اختیار، جامع و شامل انصاف، عام امن و امان، اور مستقل رفاہیتِ عامہ۔ ان کی تکمیل سے اس کی غرض و غایت پوری ہوتی ہے۔ باقی دونوں کتابیں سیاسی آداب و اخلاق سے متعلق ہیں جو فی الوقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

۵۔ ابویعلیٰ کی کتاب الاحکام السلطانیہ

قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین الفراءؒ (۳۸۰ - ۴۵۸ھ) بغداد میں پیدا ہوئے مختلف علمی چشموں سے فیض یاب ہوئے اور کمال حاصل کیا یہاں تک کہ حنابلہ کے امام زمانہ ہونے، فقہ اور اصولِ فقہ میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے بیشتر آج مفقود ہیں۔ (ڈاکٹر عبدالقادر ابوفارس، القاضی ابویعلیٰ الفراء، ۵۱۶ و مابعد) ماوردی کے معاصر تھے اور دونوں کی ہم نام کتاب الاحکام السلطانیہ میں عنوان کے علاوہ تبویب و ترتیب اور کبھی کبھی تو عبارت تک میں بہت زیادہ مشابہت ہے، تنہا فرق یہ ہے کہ ابویعلیٰ کی کتاب صرف حنبلی نقطۂ نظر پیش کرتی ہے جبکہ ماوردی کی کتاب میں تمام فقہی مذاہب کا موازنہ ہے۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ دونوں میں اصل اور اوّل کون سی کتاب ہے؟ چونکہ دونوں کی تاریخِ تالیف بھی معلوم نہیں اس لیے جواب مشکل ہے، محض خیال ہوتا ہے کہ شاید ماوردی کی کتاب سابق ہو، بہر حال ان دونوں کتابوں نے بعد میں اسی موضوع پر امام الحرمین جوینی کی کتاب کے لیے راستہ ہموار کیا۔

۶۔ امام الحرمین جوینی کی کتاب غیاث الامم

عبدالملک بن عبداللہ جوینیؒ (۴۱۹ - ۴۷۸ھ) نیسابور کے ایک گاؤں جوین میں پیدا ہوئے، ان کے مشہور اساتذہ میں ابوبکر بیہقیؒ (۳۸۴ - ۴۵۸ھ) شامل ہیں، علوم و فنون کی تکمیل کے بعد بیس برس کی عمر میں مسندِ تدریس پر متمکن ہوئے، پھر بغداد اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ منتقل ہوئے، حرمین میں امامت کی وجہ سے ان کا لقب امام الحرمین ان کے نام پر غالب

آگیا، وہ اشعری علم کلام کے ماہرین میں تھے لیکن فقہ اور اصولِ فقہ میں بھی ان کا بڑا مقام اور بلند پایہ کتابیں ہیں۔ (تاریخ ابن کثیر ۱۲/۱۲۸)

ان کی کتاب غیاث الامم فی التیاث الظلم فؤاد عبدالمنعم اور مصطفیٰ حلمی کی تحقیق سے قریب میں شائع ہوئی (دارالدعوۃ ۱۹۷۹ء) یہ کتاب نہ صرف جوینی کی بہترین مؤلفات میں سے ہے بلکہ فکر و نظر کی اصالت کے لحاظ سے بھی سیاسیات میں بڑی باوزن اور قیمتی ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس کو اسی موضوع پر ماوردی کی کتاب کی طرح شہرت حاصل نہ ہوئی، حالانکہ وہ کئی اعتبار سے اس پر فائق ہے، اس لیے کہ شاید جوینی نے اس کے نقائص کی تلافی ہی کے لیے اس نئی کتاب کی تحریر کا ارادہ کیا تھا، بہرحال اس کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ اصلی ماخذ کتاب و سنت و اجماعِ صحابہ پر واضح اعتماد، اور قطعی و ظنی دلائل کا فرق اور اس کا لحاظ۔

۲۔ بحث و اجتہاد میں استقلالِ فکر و نظر، اسی لیے انھوں نے ماوردی کی کتاب پر تلخ تنقید بھی کی ہے کیونکہ وہ کبھی کبھی بغیر تحقیق و ترجیح کے اقوال نقل کر دیتے تھے۔

۳۔ صرف متعلق موضوع پر بحث، یعنی خلافت، اس کی فقہ اور اس کے مباحث کی توسیع اور تفصیل کے لیے تقریباً پوری کتاب وقف ہے، دیگر مسائل کے خلط ملط سے احتراز کیا گیا ہے، اس لحاظ سے سیاسی فقہ میں یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔

۴۔ مستقبل کی بصیرت، یعنی صرف حالتِ حاضرہ تک نہیں بلکہ آئندہ پیش آنے والے مسائل کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے، چنانچہ ایک مکمل فصل تو ایسی ہے کہ جس کا حقیقی مصداق تو صرف ہماری موجودہ صدی میں پیش آیا یعنی "خلافت و امامت کی عدم موجودگی میں مسلمان"۔

۷۔ ابن تیمیہ کی سیاسیات پر تحریریں

امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ - ۷۲۸ھ) نے آٹھویں صدی ہجری کی ابتدائی تہائی میں اپنی بلند مقصد زندگی کا آخری حصہ گزارا، یہ انتشار اور کمزوری کا وہ دور تھا جب صلیبی و تاتاری وحشیانہ یلغاروں کے خونی طوفانوں سے چور چور ہو کر عالمِ اسلام ناتواں چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں بکھر چکا تھا اور اسلام و مسلمانوں کے لیے اجنبی خیالات کے قدم جمانے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا، نابغۂ عصر ابن تیمیہؒ وسیع افق اور مضبوط و مستقل شخصیت و مزاج کے مالک

تھے، ان کی روحِ جہاد اور فکری تحریروں نے زوال آمدہ معاشرہ کو اجنبی اثرات سے محفوظ رکھنے اور عملی انحرافات کی تصحیح کے جاں گسل کام کو ایک مؤثر تحریک کا رخ دیا، مفادات کے غلام حلقوں کی طرف سے ان کی مخالفت کا ہنگامہ بھی اتنے زور شور سے اٹھا کہ ان کی زندگی کے آخری ایام سخت آزمائش اور احتساب کی نذر ہوئے، آخر دمشق کے قید خانہ ہی میں دم توڑا۔

بے شمار علمی وفکری و دینی تحریروں کے علاوہ سیاسیات سے متعلق ان کی تین کتابیں ہیں: السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، الحسبۃ فی الاسلام، اور منہاج النبوۃ،

السیاسۃ الشرعیۃ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جس کے مخاطب حکامِ مصر ممالیک بحریہ ہیں، اور اس کا مقصد بقدرِ امکان حالاتِ حاضرہ کی اصلاح ہے، چنانچہ مقدمہ (ص۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس مختصر رسالہ میں سیاستِ الٰہیہ اور نبوی نیابت کے ایسے جامع اصول بیان کئے گئے ہیں جن سے حاکم و محکوم دونوں ہی بے نیاز نہیں ہوسکتے، اس کی فرمائش ان اولیائے امور نے کی ہے جن کی نصیحت اور خیر خواہی اللہ نے واجب کی ہے۔"

اس اختصار کی وجہ سے اس رسالہ میں حکومت کے مباحث میں وسعت اور تشکیلِ حکومت کے صحیح اسلامی طریقہ پر مفصل کلام نہیں ملتا، بلکہ اس کا رخ حکومت کی غرض وغایت اور فرائضِ منصبی کے بیان کے بعد اس وقت کے حالات کی اصلاح کی تجاویز کی طرف ہوگیا ہے۔ ان میں سے اہم اصلاحات درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاست دین کا تکمیلی جزء

اگر اقتدار دین سے یا دین اقتدار سے جدا ہو تو لوگوں کے حالات میں فساد برپا ہوگا.... لہٰذا اگر دین سے نسبت رکھنے والے (عالم) نے اقتدار، جہاد اور مال سے اس کی تکمیل نہ کی یا اقتدار و مال وجنگ کی طرف متوجہ (حاکم) نے ان کے ذریعہ اقامتِ دین کا مقصد سامنے نہ رکھا تو یہ دونوں راستے اللہ کے مغضوبین اور گمراہوں کے ہیں۔

۲۔ حکومت کی غرض وغایت قیامِ عدل اور ادائیگی امانت

آیتِ قرآنی نے جب ادائے امانت اور عدل کے ساتھ حکومت
واجب کی ہے تو یہ دونوں چیزیں عادل سیاست اور صالح ولایت کی جامع ہیں۔

۳۔ رشتہ داری وغیرہ کا لحاظ کیے بغیر حکومتی عہدوں پر زیادہ باصلاحیت اشخاص کا تقرر

جس شخص کو مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو اس پر واجب ہے
کہ کسی بھی جگہ اپنا ماتحت ایسے شخص کا تقرر کرے جو سب سے زیادہ باصلاحیت
ہو اور جس میں اس کام کو انجام دینے کی طاقت ہو۔

۴۔ شوریٰ کا لحاظ

مشورہ کے بغیر ولی الامر (حاکم) کو چارہ نہیں۔

۵۔ بنیادی اصلاح

اولوا الامر امراء و علماء ہیں جب یہ دونوں ٹھیک ہوں گے تو عام لوگ بھی ٹھیک
ہو جائیں گے۔

۶۔ حاکم ومحکوم دونوں کو ظلم وزیادتی کی ممانعت

اولیائے امور اور رعایا دونوں کی طرف سے بیشتر ظلم ہوتا ہے: حکام وہ
مال حاصل کرتے ہیں جو حلال نہیں، اور رعایا وہ مال روکتی ہے جو واجب ہے۔
(محمد مبارک، الدولۃ والحسبۃ عند ابن تیمیہ، ص ۷۳)

۷۔ عدالتی سزائیں

سزا شریف و ذلیل اور کمزور اور طاقتور سب پر قائم کرنا واجب ہے،
سفارش وغیرہ سے اس کو معطل کرنا جائز نہیں ہے۔ (حوالہ سابق)

امام ابن تیمیہؒ نے ان جیسی اصلاحات کے ذریعہ حکومتِ وقت کے حالات کی بقدرِ امکان اصلاح کرنی چاہی، اگرچہ اس رسالہ السیاسۃ الشرعیۃ میں انھوں نے حکومت، اس کے فرائض اور اداروں پر بھی کلام کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس میں ان کا مقصد اسلامی نظامِ حکومت کو صحیح اور مکمل تشکیل میں پیش کرنا نہیں تھا۔

ان کی دوسری کتاب الحسبۃ فی الاسلام ہے۔ لفظ حسبۃ اصل میں حسبۃ اللہ (یعنی عملِ خیر کا اجر اللہ کی مرضی پر چھوڑنا) سے مشتق ہے۔ پھر یہ لفظ حکومت کے اس فرضِ منصبی کے لیے اصطلاح

بن گیا جو اس کے شعبۂ احتساب کے کارندے لوگوں کے اخلاق و آدابِ عامہ، معاشرتی سلوک (چال چلن) اور ان کے تجارتی معاملات کی نگرانی کے طور پر انجام دیتے ہیں، بالفاظِ دیگر شعبۂ احتساب اسلام کے اصول الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (بھلائی کے حکم اور برائی سے باز رکھنے) کی تنفیذ کا مخصوص ادارہ ہے۔

ابن تیمیہؒ سے پہلے اس موضوع پر کافی کتابیں لکھی جاچکی تھیں، سب سے پہلے تو ماوردیؒ اور ابویعلیٰؒ نے اپنی ہم نام کتابوں الاحکام السلطانیۃ میں اس پر خامہ فرسائی کی، پھر عبدالرحمٰن بن نصر شیرازیؒ (وفات ۵۸۹ھ) نے خاص اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی، جس کا نام نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ رکھا، یہ کتاب محتسب، اس کے فرائض اور اخلاق و آداب، اس کے ماتحت کاروبار اور پیشوں وغیرہ کی باریک تفصیلات پر مشتمل ہے، اور یہی بعد کی کتابوں کی اصل اور بنیاد بنی۔ انھوں نے اس کو من وعن قبول کیا اور اس پر بہت کم اضافہ کرسکیں لیکن امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الحسبۃ فی الاسلام میں نہ صرف ان کی طاقتور شخصیت پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے بلکہ اس کی اپنی امتیازی خصوصیات بھی ہیں جو مختصراً درج ذیل کی جاتی ہیں:

۱۔ ابن تیمیہؒ نے مقدمہ کتاب میں "حسبۃ" کو حکومت کے عام موضوع سے مربوط کرتے ہوئے حکومت کے قیام کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ یہ واضح کیا کہ حکومتی عہدے دینی منصب ہیں، اس لیے جس نے علم وعدل کی بنیاد پر ان کی سیاست وتدبیر کی وہ نیک وصالح لوگوں میں سے ہے۔

۲۔ شریعت نے ہر عہدہ کے اختیارات واختصاصات باقاعدہ متعیّن نہیں کیے ہیں بلکہ زمان ومکان کے لحاظ سے اس کا اختیار لوگوں کو دے دیا ہے کہ وہ اسے اپنے مصالح اور حدود شرع کے تحت متعیّن کردیں۔

۳۔ حکومت کے استمرار ودوام کے لیے عدل وانصاف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عادل حکومت کو اللہ برقرار رکھتا ہے خواہ وہ کافر ہو، اور ظالم حکومت کو وہ قائم نہیں رکھتا خواہ وہ مسلم حکومت ہو۔"

۴۔ حسبۃ کے عام اصولوں پر جامع ہر پہلو پر مشتمل کلام کیا، جس میں کسی سے نقل کیے بغیر قرآن وحدیث کے کثیر استشہادات کے ساتھ ایک مستقل بالذات قیمتی بحث کی ہے۔

۵۔ محتسب کے سزا دینے کے اختیار کی اہمیت پر کلام کرتے ہوئے سزاؤں کی اقسام

بیان کی ہیں، اور مالی تعزیرات پر خاص بحث کی ہے۔

۶۔ فرد کی معاشی سرگرمی میں حکومت کی مداخلت کی حد پر کلام کرتے ہوئے اپنے زمانہ سے زیادہ ترقی یافتہ جدید افکار و آراء پیش کرنے میں سبقت کی۔

۸۔ ابن قیمؒ کی سیاسی تحریریں

ابو عبداللہ محمد بن ابی بکرؒ (۶۹۱۔ ۷۵۱ھ) کے والد ماجد دمشق میں ابن جوزی کے قائم کردہ المدرسۃ الجوزیہ کے قیم (مدیر) تھے، اس کی وجہ سے ان کی اولاد ابن القیم الجوزیہ کے لقب سے مشہور ہوئی اور ہمارے زیر بحث ابن قیم کے تو نام کی جگہ ان کے لقب ہی نے لے لی۔ یہ ابن تیمیہؒ کے سب سے مشہور شاگرد، ان کی فکری تحریک کے قریبی اور معتمد ترین ارکان میں سب سے پیش پیش تھے، استاد کی سولہ سالہ رفاقت میں ان کے ساتھ ہر طرح کی ابتلاء و آزمائش سے گذرے اور ان کی آخری قید پھر وفات تک میں ان کا ساتھ نہ چھوٹا، گویا ایک طرح سے ان کی آراء و افکار کے امین و وکیل تھے، اس کے باوجود خود ان کی اپنی مستقل شخصیت اور ذاتی آراء تھیں جو ان کی بہت سی مشہور کتابوں میں محفوظ ہیں۔ سیاسی فقہ میں ان کی دو کتابیں ہمارے غور و فکر کی مستحق ہیں: احکامُ اہل الذمہ اور[۲] الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ۔

دوسری کتاب کے نام میں شرعی سیاست کے لفظ سے اگرچہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اسلامی نظامِ حکومت سے متعلق ہوگی لیکن حقیقتاً وہ عدالتی نظام کے ایک جزء یعنی ثبوتِ جرم کے طریقوں میں سے بھی خصوصاً "شرعی قرائن برائے ثبوتِ جرم" سے بحث کرتی ہے، اس لیے اس کا تعلق جرائم کی عدالتی کارروائی کی فقہ سے ہے، بایں ہمہ اس کے ضمن میں دیگر موضوعاتِ سیاست پر بھی بہت سی اضافی معلومات مل جاتی ہیں جیسے حسبۃ (محکمۂ احتساب) بازار کے نرخوں کا تعین، قید خانوں کی حالت، کتابوں پر رقابۃ (سنسر) اور ان کو تلف کرنے یا جلانے کے احکام وغیرہ۔ اس کتاب میں سیاست پر ان کا بہترین کلام یہ ہے:

> "سیاست وہ عمل ہے جس کے ذریعہ لوگ نیکی اور اچھائی سے قریب تر اور بگاڑ اور برائی سے بعید تر ہوں، خواہ اس عمل کی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی ہو اور نہ اس کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہو۔"

ان کا مقصد یہ ہے کہ سیاست دو ستونوں پر قائم ہوتی ہے: ایک قرآن و سنت کی نصوص، دوسرے مصلحت، بشرطیکہ اس مصلحت کی مخالفت میں قرآن وسنت کی نص وارد نہ ہوئی ہو، اس لیے کہ نص سے ثابت شدہ احکام تو ابدی شریعت کا لازمی حصہ ہیں، لیکن جزئی مصلحت پر مبنی سیاست تو وہ عارضی و وقتی چیز ہے جو زمان و مکان کی تبدیلی سے بدلتی رہتی ہے۔

(ابن عقیل: بحوالہ الطرق الحکمیۃ فی الریاسۃ الشرعیۃ ۱۷، ۱۸۰۲۵)

پھر اس بنیادی بات پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے ابن قیم نے لکھا ہے:

"یہ قدم کی لغزش اور فہم کی گمراہی کا نازک ترین مقام ہے جس میں ایک گروہ نے افراط سے کام لیا تو اس نے حدود و حقوق کو ضائع کیا اور اہلِ فجور کو فساد پر جری بنا دیا اور شریعت کو اتنا تنگ کر دیا کہ وہ بندوں کی مصالح کو پورا نہ کر سکے، بلکہ شریعت سے خارج امور کی محتاج ہو جائے، اس طرح انھوں نے محض اس گمان پر کہ مصلحت شرعی قواعد کے منافی ہے حق کی معرفت اور اس کی تنفید کے صحیح طریقوں کا راستہ بند کر کے شریعت کو معطّل کر دیا، حالانکہ وہ اور سب ہی لوگ قطعًا جانتے ہیں کہ مصلحت امرِ واقع کے مطابق ہے۔ میں تو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مصلحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے منافی نہیں ہے، ہو سکتا ہے وہ ان لوگوں کے اپنے اجتہاد سے حاصل کردہ فہم شریعت کے خلاف ہو۔ یہ غلط فہمی شریعت اور واقعی حالات کی حیثیت سمجھنے میں کوتاہی اور ان دونوں میں خلط ملط کرنے کا نتیجہ ہے۔

پھر جب اولیائے امور (حکّام) نے دیکھا کہ ان کا کام اس گروہ کے فہم شریعت سے نہیں چلتا تو انھوں نے اپنے سیاسی معاملات میں بڑا شر و فساد پھیلا دیا، جس سے حالات اتنے بگڑ گئے کہ صحیح حقائق شریعت جاننے والوں کے لیے بھی ان کا استدراک اور تلافی اور لوگوں کو ان کی تباہ کاریوں سے باہر نکالنا دشوار ہو گیا۔ اس کے بالمقابل ایک اور گروہ نے بھی افراط سے کام لیا اور اس نے اس صورتحال سے نپٹنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے منافی امور کا جواز گڑھ لیا۔

یہ دونوں گروہ اللہ کی نازل کردہ کتاب میں اس کے بھیجے ہوئے دین کی معرفت میں کوتاہی کی وجہ سے اس جال میں پھنسے، حالانکہ اللہ سبحانہ نے تو اپنے رسول کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری کہ لوگ قسط پر قائم رہیں، یہ وہی عدل ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں، اس لیے جہاں اور جس طریقہ سے بھی عدل کی نشانیاں ظاہر ہوں گی وہیں اللہ کا دین و شریعت ہوگی۔ انسانوں سے زیادہ عالم و عادل اور بڑا حاکم ہونے کی وجہ سے اللہ سبحانہ اس بات سے زیادہ بلند ہے کہ وہ عدل کے طریقوں و نشانیوں کو ایک چیز سے مخصوص کرنے کے باوجود اس سے زیادہ ظاہر و باہر اور قوی دلیل و نشانی والی چیز کو اس کا حصہ نہ بنائے اور اس کے ہوتے ہوئے اس کے بموجب عمل کا حکم نہ دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے تو اپنے مشروع طریقوں کا مقصد اپنے بندوں کے درمیان قیام عدل اور لوگوں سے قسط پر قائم رہنے کے مطالبہ کو پوری طرح واضح کردیا ہے، اس لیے جس طریقہ سے بھی عدل و قسط قائم کرنے کا مقصد حاصل کیا جائے گا وہ دین میں شمار ہوگا اور اس کے مخالف نہ ہوگا۔

اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ عادل سیاست منطوقِ شرع کے خلاف ہے، بلکہ وہ دین کی لائی ہوئی شریعت کے موافق اور اس کے اجزاء کا ایک حصہ ہے۔ ہم اقامتِ عدل کا نام سیاست لوگوں میں رائج اصطلاح کی وجہ سے رکھتے ہیں، ورنہ وہ تو اللہ اور اس کے رسول کا عدل ہے جو ان علامات اور نشانیوں (سیاست و مصلحت) میں ظاہر ہوا۔ (حوالہ سابق ص ۲۵، ۱۸)

ہم نے اتنا طویل اقتباس اس لیے دیا ہے کہ امام ابن قیمؒ کے کلام کو بہت زیادہ غلط سمجھا گیا ہے۔ بہت کم لوگ اس کو صحیح سمجھ سکے ہیں۔ ان کے کلام میں وقتی جزئی مصالح اور زمان و مکان کے اختلاف سے متاثر نہ ہونے والے مصالح کے درمیان بہت باریک فرق کیا گیا ہے، اگر اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اشتباہ اور خلط ملط ہوگا۔

ابن قیمؒ کی دوسری کتاب 'احکام اہل الذمہ' کی خاص اہمیت ہے، اس لیے کہ اس میں ایک مخصوص موضوع "اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیات" پر مستقل بحث ہے، اس پر

انھوں نے مختلف زاویوں سے غور کیا' اور حضرت عمر بن خطابؓ کی شام کے عیسائیوں سے شرائطِ صلح پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی، پہلے انھوں نے ان شرائطِ صلح کی مختلف روایات کی نصوص کی باریک بینی سے تحقیق کی، پھر درج ذیل موضوعات پر تفصیل سے بحث کی :

۱۔ عقائد و عبادات کی حریت، اہلِ ذمہ کے عبادت گھروں اور ان کے شعائر و دینی تہواروں سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر۔ نیز کون سے شعائر و تہواروں کا اعلان و اظہار جائز ہے اور کس کا نہیں ؟

۲۔ اسلامی جنائی تشریعات وغیرہ کی اہلِ ذمہ پر کس حد تک تنفیذ ہوتی ہے ؟

۳۔ اہلِ ذمہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے جرائم کی سزائیں۔

۴۔ اہلِ ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان مالی و تجارتی معاملات۔

۵۔ اہلِ ذمہ کے پرسنل لا، (یعنی شادی بیاہ، طلاق میراث وغیرہ) کے مسائل۔

۶۔ اہلِ ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان معاشرتی تعلقات۔

۷۔ اہلِ ذمہ اور مسلمانوں پر مالی ٹیکسوں کا موازنہ۔

۸۔ وہ جگہیں جہاں اہلِ ذمہ کا داخلہ و قیام ناجائز ہے۔

۹۔ اہلِ ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان لباس و مظہر وغیرہ میں امتیاز۔

خاتمۂ بحث

سیاسی فقہ کی مشہور کتابوں کے اس مختصر جائزہ سے دو حقیقتیں واضح ہوتی ہیں :

اولاً : سیاسی فقہ کی مذکورہ بالا کتابیں خیالی دنیا میں گشت لگانے والی نظری تحریریں نہیں ہیں، جیسے کہ فلاسفۂ یونان کی کتابیں سیاسی فکر پر گفتگو کے وقت خواب و خیال کے غیر واقعی دنیا میں پرواز کرتی ہیں، چنانچہ جمہوریۂ افلاطون کا قاری جانتا ہے کہ اس کے تصورات خیالی ہیں، لیکن سیاسی فقہ کی اسلامی کتابیں عملی تھیں، انھوں نے امر واقع کا سامنا کیا، بلکہ ان میں سے بیشتر تو اصحابِ اقتدار کے حکم سے عمل اور تنفیذ ہی کے لیے لکھی گئیں، جیسے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون رشید کی فرمائش پر کتاب الخراج لکھی تھی، اسی طرح ماوردیؒ نے خلیفۂ وقت کے حکم سے الاحکام السلطانیہ تحریر کی' اور امام ابن تیمیہؒ نے السیاسۃ الشرعیۃ میں حکّام مصر کو مخاطب کیا، ایسی اور مثالیں بھی اوپر گذر چکی ہیں، اس لیے اسلامی سیاسی فقہ کی تالیفات

نظری کے ساتھ عملی پہلو بھی لیے ہوئے ہوتی تھیں، انھوں نے مسائلِ وقت کا علاج کیا اور ضروریاتِ زمانہ کو پورا کیا، نیز حکومت سے متعلق صحیح اسلامی تصورات و نظریات کو سابق روشن تاریخی مثالوں اور نمونوں سے اجاگر کیا۔

دوم: سیاسی فقہ کی ان کتابوں نے مختلف زمانوں کے مسائل و مشاکل کے حل کے ساتھ اسلامی حکومت کے ارتقار کے مطابق اس کے سیاسی نظام کے کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا، چنانچہ جوینیؒ نے حکومت اور اس کے نظام پر کافی وشافی بحث کی، شیبانیؒ نے عالمی تعلقات کا احاطہ کیا، ابن قیمؒ نے غیر مسلم اقلیات کا حق ادا کیا، ابن سلامؒ نے مالی نظام کا خاکہ پیش کیا، اور دیگر مؤلفین نے عدالتی نظام کی تفصیلات فراہم کیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ اسلامی سیاسی فقہ نے تصوّرات واشکال کے ارتقاء کے مطابق نظامِ حکومت کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا ہے، اب ہمارے زمانہ کی ضروریات و مسائل بھی اجتہاد کے محتاج ہیں، اسلاف کی ارتقار پذیر فقہ میں کوئی کمی نہیں ہے، کوتاہی صرف ہماری اپنی ہے، جو ہم اپنے مسائل و مشاکلِ حاضرہ کا علاج وحل اسلام کی روشنی میں پیش کرنے سے عاجز اور بے بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

ضروری اعلان

گزشتہ پانچ سال سے تحقیقاتِ اسلامی کے زرِتعاون میں اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ اس عرصے میں کاغذ، طباعت اور دیگر مصارف بہت بڑھ گئے۔ حال میں ڈاک خرچ میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے اس لیے مجبوراً ہمیں اس شمارے سے زرِتعاون میں معمولی اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ امید ہے باذوق قارئین اور ایجنٹ حضرات اسے گوارا کریں گے اور حسبِ سابق تعاون فرمائیں گے۔

اس شمارہ سے تحقیقاتِ اسلامی کے ایک شمارہ کی قیمت ۲۵ روپے اور سالانہ زرِتعاون ۹۰ روپے ہوگا۔ منیجر سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی